برصغیر کی تحریکِ اہلِ حدیث پر فکرِ ابنِ تیمیہ کے اثرات

محمود احمد ۞

شیخ الاسلام ابوالعباس تقی الدین احمد بن عبدالحلیم رحمۃ اللہ علیہ (۶۶۱ھ– ۷۲۸ھ / ۱۲۶۳ء–۱۳۲۷ء)، جو کہ ابنِ تیمیہ کے نام سے پہچانے جاتے ہیں، اپنے کارناموں اور کارِ اصلاح و تجدید کی وجہ سے مصلح و مجدّد معروف ہیں۔ انھوں نے تجدیدِ دین و اصلاح کے لیے متعدد کتب تصنیف کیں اور اُن کی خدمات مختلف الجہات ہیں۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ انھوں نے ایسی اصلاحی فکر دی کہ جس سے اس وقت کی معاشرتی خرابیوں اور فسادات کا خاتمہ ہوا۔ چوں کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی فکر ہمہ جہت فکر تھی، اِسی وجہ سے یہ آپ کی زندگی ہی میں مختلف علاقوں میں پھیل گئی حتیٰ کہ برصغیر میں بھی اس فکر کی نفوذپذیری ہوئی اور یہاں کے بہت سے علما اور مصلحین نے اِس سے استفادہ کیا اور اپنے اپنے معاشرہ کے فساد و بگاڑ کی اِصلاح کی۔ اس سلسلہ میں برصغیر کے قابلِ قدر اور نامور علما فکرِ ابنِ تیمیہ سے متاثر ہوئے۔ امام شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے افکارِ امام ابنِ تیمیہ کی ترویج کی اور اس سلسلے میں اہلِ برصغیر کو فکرِ ابنِ تیمیہ سے روشناس کروایا۔[۱] شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بعد برصغیر کے بہت سی اہم شخصیات نے فکرِ ابنِ تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ سے اِستفادہ کیا، نواب صدیق حسن خان رحمۃ اللہ علیہ نے عربی و فارسی میں امام ابنِ تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کو متعارف کروایا اور ان کتب کی اِشاعت کا اہتمام کیا اور اس سلسلے میں بہت سا مال و زر صرف کر کے افکارِ ابنِ تیمیہ کو پھیلایا۔[۲]

اس کے ساتھ ساتھ علماے غزنویہ نے امام ابنِ تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کی کتب کی اِشاعت کا اِہتمام کیا۔ اور حجاز و نجد سے اِبن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کی کتب کو دست یاب کر کے اہلِ ہند کے لیے شائع کروایا۔[۳] اُردو کے اُدبا نے ابنِ تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کی سیرت و افکار کو اُردو میں منتقل کرنا شروع کیا۔ اس سلسلے میں مولانا حالی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک نامکمل

۞ اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ علوم اسلامیہ و عربی، گورنمنٹ کالج یونی ورسٹی، فیصل آباد۔ (professorgcu@gmail.com)

۱– تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: محمود احمد، "افکارِ امام ابنِ تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کی ترویج میں امام شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کا کردار"، **فکر و نظر**، اسلام آباد، ۵۳: ۴ (۲۰۱۶ء)، ۱۰۱–۱۲۴۔

۲– تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: محمود احمد، "فکر ابنِ تیمیہ کی اشاعت میں نواب صدیق حسن خان کی مساعی"، **پشاور اسلامکس**، پشاور، ۷: ۲ (۲۰۱۶ء)، ۳۵–۴۸۔

۳– تفصیل کے لیے دیکھیے: محمود احمد، "فکرِ ابنِ تیمیہ اور اس کی اشاعت میں خاندانِ غزنویہ کا کردار"، **ہزارہ اسلامکس**، ہزارہ، ۵: ۱ (۲۰۱۶ء)، ۸۳–۹۴۔

مضمون لکھا اور مولانا شبلی نعمانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا باقاعدہ آغاز کر کے مجدّدینِ اسلام میں امام ابنِ تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کو سب مجددین پر فوقیت دی۔ مولانا ابوالکلام آزاد رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اُردودان حلقے میں امام ابنِ تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کو متعارف کروایا اُن کی اِصلاحی و تجدیدی مساعی کو خراجِ تحسین پیش کیا[۴] اور معارفِ ابنِ تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کو عام کرنے کے لیے اُن کو اُردو زبان میں منتقل کرنے کی طرف توجہ دلائی، جس کی وجہ سے مولانا غلام رسول مہر نے امام ابنِ تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح لکھی اور مولانا عبدالرزاق ملیح آبادی نے متعدد کتبِ ابنِ تیمیہ کے اُردو تراجم کیے۔ مفکرِ اسلام شاعرِ مشرق علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے امام ابنِ تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کی اِجتہادی کوششوں کو سراہا۔ اِس کے ساتھ ساتھ مؤرخین نے بھی فکرِ ابنِ تیمیہ کی برصغیر میں نفوذ پذیری کو بیان کیا جس میں مولانا اکبر شاہ نجیب آبادی اور پروفیسر خلیق احمد نظامی قابلِ ذکر ہیں۔

فکرِ ابنِ تیمیہ نے نہ صرف اِن عظیم شخصیات کو متاثر کیا بلکہ برصغیر کی اِصلاحی تحریکوں کو بھی متاثر کیا۔ اِن اصلاحی تحریکوں میں ایک پُر اثر تحریک، تحریکِ اہلِ حدیث ہے۔ زیرِ نظر مقالہ میں تحریکِ اہلِ حدیث کے علما پر فکرِ ابنِ تیمیہ کے اثرات کا جائزہ لیا گیا ہے۔ یہاں اہلِ حدیث علما میں سے بعض نامور اور معروف شخصیات کا ذکر کیا گیا ہے، جنھوں نے فکرِ ابنِ تیمیہ سے کسی بھی طرح اَثر قبول کیا۔ خصوصاً اُن اہلِ علم و فضل کا، جنھوں نے یا تو امام ابنِ تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کی فکر کو شائع کروایا، اُن کی سیرت واَفکار پر کچھ لکھا، مسائل میں اُن سے موافقت کی، اُن کی تحسین میں لکھا، اَفکار و نظریات میں ان سے متاثر ہوئے، اُن کے دفاع میں لکھا، یا اُن کی فکر و عمل کو عام کرنے میں اپنا کردار اَدا کیا۔

تحریک اہلِ حدیث، تعارف و منہج

۱۳۲۲ھ میں جماعت اہلِ حدیث کے اَعیان واَرکان لاہور میں جمع ہوئے۔ اُس اجلاس میں اِس امر پر بحث ہوئی کہ اہلِ حدیث کے نام سے کون شخص موسوم ہو سکتا ہے؟ طویل بحث و مباحثہ کے بعد قرار دیا گیا کہ ”اہلِ حدیث وہ ہے جو اپنا دُستور العمل والاستدلال، احادیثِ صحیحہ اور آثارِ سلف کو بنائے اور جب اس کے نزدیک ثابت ہو جائے کہ ان احادیث و آثار کے مقابلہ میں کوئی معارض، مساوی یا اس سے قوی نہیں پایا جاتا تو وہ ان احادیث و آثار پر عمل کرنے پر مستعد و تیار ہو جائے اور اس عمل سے اس کو کسی امام یا مجتہد کا قول بلا دلیل

۴۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: محمود احمد، ”فکرِ آزاد میں فکرِ ابنِ تیمیہ کا حصہ“، **جرنل آف ریسرچ**، ملتان، ۳۱ (۲۰۱۷ء)، ۸۷۔ ۱۰۴۔

مانع نہ ہو"۔[۵]

یعنی ہر وہ شخص اہلِ حدیث ہے جو براہ راست کتاب اللہ اور سنت رسول کو سرچشمۂ ہدایت سمجھتا ہو اور ان ہر دو سے براہ راست اِستفادہ کرتا ہو۔ اہلِ حدیث کی دعوت کا نچوڑ سلف صالحین کا منہج ہے۔ یعنی کتاب و سنت کے جن مسائل واحکام کو سلف نے سمجھا اور مستنبط کیا انھیں اختیار کرنا۔ مذہب سلف سے مراد وہ طریقہ ہے جس پر صحابہ کرام، تابعین عظام، اتباع تابعین اور بعد میں آنے والے ائمہ دین گامزن تھے۔

لہٰذا جو کوئی بھی اس منہج پر عمل کرے گا وہ اسی تحریک سے جڑ جائے گا۔ اس لحاظ سے اہل حدیث ایک تحریک ہے۔ مولانا محمد اسماعیل سلفی بھی اس کو تحریک قرار دیتے ہوئے اس کے مقاصد کی نشاندہی کرتے ہیں:

۱۔ اسلام میں اعتقادی اور عملی سادگی کو قائم رکھنا اور افراط و تفریط میں اعتدال کی راہ کا تعین کرنا اور اس کی پابندی کرنا۔

۲۔ محبت اور بغض میں عموماً انسان اعتدال کی حدوں کو پھاند جاتا ہے۔ اہلِ حدیث ایسے موقع پر ہمیشہ نقطہ اعتدال کی تلاش فرماتے اور لوگوں کو اسی سے آگاہ فرماتے۔

۳۔ قرآن و سنت اور ان کے متعلقہ علوم کی تدوین اور اشاعت۔

۴۔ زندگی کے تمام شعبوں میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا اہتمام۔[۶]

المختصر یہ کہ اہلِ حدیث سے مراد ایسے لوگ ہیں جن کے تمام دینی امور کے لیے کتاب و سنت مشعل راہ ہے اور منہجِ سلف سے فائدہ اٹھاتے ہوئے دعوت دین اور احیائے دین ان کی دعوت و عمل کا مرکز و محور ہے۔

مختصر تاریخ اہلِ حدیث

برصغیر میں اگر تاریخ اہلِ حدیث کا جائزہ لیا جائے تو یہ بہت قدیم ہے۔ خلافتِ راشدہ کے دور میں یہاں اسلام پہنچ چکا تھا۔ سیّد سلیمان ندوی نے صحابہ، تابعین اور تبع تابعین کے یہاں آنے کو تفصیل سے ذکر کیا ہے۔[۷] تقریباً چوتھی صدی ہجری تک تو یہاں کے باشندے اسلاف کے طریق پر تھے۔ ابوالقاسم مقدسی نے اپنی کتاب **احسن التقاسیم** میں لکھا ہے کہ جب وہ ۳۷۵ھ میں سندھ آئے تو یہاں کے لوگ سختی سے اسلام کے احکام و

۵۔ محمد بہاؤالدین، **تاریخ اہلِ حدیث** (دہلی: مکتبہ ترجمان اُردو بازار، ۲۰۰۷ء)، ۱: ۱۵۱۔

۶۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: محمد اسماعیل سلفی، **تحریک اہلِ حدیث اور اس کی خدمات** (کراچی: مکتبة السنة، الدار السلفية لنشر التراث الإسلامي، ۲۰۰۴ء)۔

۷۔ دیکھیے: سید سلیمان ندوی، **مقالات** (اعظم گڑھ: مطبع معارف، ۱۹۶۸ء)، ۲: ۶ – ۸۔

فرامین پر عمل پیرا تھے۔ ان میں مسلمانوں کی اکثریت اہل حدیث پر مشتمل تھی۔ [۸]

برصغیر میں ہر دور میں علمائے حدیث آتے رہے اور اس سرزمین کو فرامین رسول سے روشن کرتے رہے جس کی تفصیل بہت طویل ہے۔ **فقہائے ہند** از مولانا اسحاق بھٹی، **نزهة الخواطر** از عبدالحی لکھنوی، **أبجد العلوم** از نواب صدیق حسن خاں اور دیگر کتب میں بالتفصیل علمائے حدیث اور فقہائے پاک و ہند کا تذکرہ موجود ہے، جن کی وجہ سے برصغیر میں کتاب وسنت کی دعوت پھیلی۔ موجودہ تحریک اہلِ حدیث کے متعلق سیّد سلیمان ندوی فرماتے ہیں: "اہلِ حدیث کے نام سے ملک میں جو تحریک اس وقت جاری ہے، حقیقت کی رو سے وہ قدم نہیں صرف نقش قدم ہے۔ مولانا شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ جس تحریک کو لے کر اٹھے وہ فقہ کے چند نئے مسائل نہ تھے بلکہ امامت کبریٰ، توحید خالص اور اتباع نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بنیادی تعلیمات تھیں۔" [۹]

شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ نے شرک و بدعت کے خلاف جو جرأت مندانہ قدم اٹھایا تھا، جہاد کی مصروفیات کے باعث اس کی تکمیل نہ کر سکے۔ میاں نذیر حسین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (۱۳۲۰ھ / ۱۹۰۲ء) نے تمام عمر اس کی تکمیل میں گزار دی۔

میاں نذیر حسین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (۱۳۲۰ھ / ۱۹۰۲ء)

شاہ عبدالعزیز دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۳۹ھ) کے بعد اُن کے جانشین، اُن کے نواسے شاہ محمد اسحاق (م ۱۲۶۳ھ)، نے اپنے نانا کے مشن کو جاری رکھا۔ جب شاہ محمد اسحاق نے مکہ معظمہ کی طرف ہجرت کی تو اپنا جانشین شیخ الکل میاں نذیر حسین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۲۰ھ) کو مقرر کر گئے۔ میاں صاحب شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلہ سے نہایت والہانہ عقیدت رکھتے تھے۔ علوم عالیہ وآلیہ میں بحر بے کنار تھے۔ مزاج میں تواضع اور انکسار تھا۔ لالچ اور طمع ایسے رذائل سے طبیعت بالکل صاف شفاف تھی۔ علومِ حدیث کی اشاعت اور مسلک سلف کی خدمت زندگی کا مقصد سمجھتے تھے۔ [۱۰] میاں صاحب ۶۲ سال تک کتاب وسنت کی تدریس و تعلیم میں یکسوئی کے ساتھ مشغول رہے۔ اس عرصے میں ہزاروں طلبہ ان سے مستفید ہوئے۔ ملک و بیرون ملک ان کے تلامذہ پھیل گئے اور یہ کہنا مبالغہ نہ ہو گا

۸۔ محمد بن احمد البشاری ابوعبداللہ المقدسی، **أحسن التقاسيم في معرفة الأقاليم** (بیروت: دارا حياء التراث العربی، ۱۴۰۸ھ / ۱۹۸۷ء)، ۳۶۳۔

۹۔ سید سلیمان ندوی، "مقدمہ"، مشمولہ ابویحییٰ امام خان نوشہروی، **تراجم علمائے حدیث ہند** (فیصل آباد: مرکزی جمعیت اہلِ حدیث، ۱۳۹۱ھ)، ۳۱۔

۱۰۔ فضل حسین بہاری، **الحياة بعد المماة** (شیخوپورہ: المکتبۃ الاثریہ، ۱۹۸۴ء)، ۴۔

کہ بعد کی کوئی بڑی شخصیت ہندوستان میں ایسی نظر نہیں آتی جو ان کے سلسلۂ تلمذ سے منسلک نہ ہو۔ میاں صاحب کے تلامذہ نے ہندوستان میں پھیل کر خدمت اسلام کا ہر میدان سنبھالا اور کتاب وسنت کی خوب اشاعت کی۔[۱۱] ان کے سوانح نگاروں نے ان کے شاگردوں کی تعداد کئی ہزار ذکر کی ہے۔

تلامذہ اور تحریک اہلِ حدیث کا عروج

اس میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ تحریک اہلِ حدیث کو جو عروج ملا وہ میاں نذیر حسین دہلوی کے تلامذہ کی کوششوں سے ملا، انھوں نے درس وتدریس، دعوت وتبلیغ، تصنیف وتالیف اور باطل عقائد کی تردید کرکے کتاب وسنت کی دعوت کو ایسا عام کیا کہ یہ علومِ اسلامیہ کی ترویج میں تاریخ کا ایک اہم باب قرار دیا جاسکتا ہے اور اس کے برصغیر پر بہت گہرے اثرات مرتب ہوئے۔ سیّد سلیمان ندوی تحریک اہلِ حدیث کے اثرات کے متعلق لکھتے ہیں:

اس تحریک کے جو اثرات پیدا ہوئے اور اس زمانے سے آج تک ہمارے دورِ ادبار کی ساکن سطح میں اس سے جو جنبش ہوئی وہ بھی ہمارے لیے بجائے خود مفید اور لائق شکریہ ہے، بہت سی بدعتوں کا استیصال ہوا۔ توحید کی حقیقت نکھاری گئی، قرآن پاک کی تعلیم وتفہیم کا آغاز ہوا، قرآن پاک سے براہ راست ہمارا رشتہ دوبارہ جوڑا گیا، حدیث نبوی کی تعلیم وتدریس اور تالیف واشاعت کی کوششیں کامیاب ہوئیں اور دعویٰ کیا جاسکتا ہے کہ ساری دنیائے اسلام میں ہندوستان ہی کو صرف اس تحریک کی بدولت یہ دولت نصیب ہوئی۔ نیز فقہ کے بہت سے مسئلوں کی چھان بین ہوئی۔ لیکن سب سے بڑی بات یہ ہے کہ دلوں میں اتباع نبوی کا جو جذبہ کم ہوگیا تھا وہ سالہا سال تک کے لیے دوبارہ پیدا ہوگیا۔[۱۲]

میاں صاحب کے تلامذہ نے جہاں ہر میدان میں دین کی خالص دعوت کو پیش کیا، وہاں خصوصی طور پر دین کی تجدید واصلاح کا کام بھی بخوبی انجام دیا، جو نسل در نسل منتقل ہوتا گیا۔ اصلاح وتجدید کے سلسلے میں فکرِ ابنِ تیمیہ کی نشرواشاعت کا خصوصی اہتمام کیا گیا اور اس میں جس قدر خدمات تحریک اہلِ حدیث کے علما نے پیش کیں کسی اور نے نہیں کیں۔ یہاں تحریک اہلِ حدیث کے معروف علما واکابرین میں سے چند کی مساعی کا تذکرہ کیا جاتا ہے، جن کا تعلق افکارِ ابنِ تیمیہ کی ترویج سے ہے۔

مولانا تلطف حسین عظیم آبادی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۳۴ھ / ۱۵؍مئی ۱۹۰۶ء)

مولانا تلطف حسین عظیم آبادی رحمۃ اللہ علیہ ممتاز عالمِ دین اور مناظر تھے۔ انھوں نے اپنے دور کے مشاہیر اصحاب علم سے اکتسابِ فیض کیا، جن میں میاں نذیر حسین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سرفہرست ہیں۔ مولانا عظیم آبادی رحمۃ اللہ علیہ

۱۱۔ محمد عزیر، **مولانا شمس الحق عظیم آبادی: حیات وخدمات** (کراچی: علمی اکیڈمی، ۱۹۸۴ء)، ۲۱۔

۱۲۔ مقدمہ، ۳۱-۳۲۔

نے میاں نذیر حسین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے حدیث اور علوم حدیث کی تحصیل کی اور چھبیس سال ان کی خدمت میں رہے۔ یعنی زمانۂ طالب علمی سے میاں صاحب کی وفات تک ساتھ نہ چھوڑا۔ سفر حج میں بھی ساتھ گے مولانا کی ساری زندگی قرآن و سنت کی خدمت میں گزری اور وہ تقریر و تحریر اور نشرواشاعت کے ذریعے ہمیشہ اس اہم کام میں مشغول رہے۔

کتب کی نشرواشاعت

مولانا تلطف حسین عظیم آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے کتب حدیث کی نشرواشاعت اور اسلام کے احیا کے لیے اپنے مطبع (مطبع انصاری، دہلی) سے متعدد کتب شائع کیں جن میں امام ابنِ تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کی کتابیں بھی شامل ہیں۔ امام ابنِ تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کا رسالہ **مناسک الحج**[۱۳] پہلے پہل شمس الحق ڈیانوی کے رسالہ **المکتوب اللطیف إلی المحدث الشریف**[۱۴] کے ساتھ مطبع انصاری، دہلی سے ۱۳۱۴ھ/۱۸۹۷ء میں مولانا تلطف حسین عظیم آبادی رحمۃ اللہ علیہ کی سعی سے طبع ہوا۔[۱۵] اس کے علاوہ دیگر عربی کتب بھی مولانا تلطف حسین عظیم آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مطبع سے شائع کیں۔ مثلاً: **معیار الحق، مجمع الزوائد، سنن دارقطني مع التعلیق المغني، تلخیص الحبیرفي تخریج أحادیث الرافعي الکبیر، الاعتصام التام بسنة خیر الأنام في قراءة الفاتحة خلف الامام.**

محمد بشیر شہسوانی رحمۃ اللہ علیہ (۱۳۲۶ھ/۱۹۰۸ء)

محمد بشیر شہسوانی رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے عالم دین تھے اور سید نذیر حسین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد رشید تھے۔ ان کی علمیت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ نواب صدیق حسن خان رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو بھوپال بلا لیا اور آپ

۱۳۔ یہ امام ابنِ تیمیہؒ کا رسالہ ہے جس میں حج ادا کرنے کے طریقے بیان کیے گئے ہیں اور اس کا اُردو ترجمہ سب سے پہلے "الہلال" بک ایجنسی نے شائع کیا۔ مترجم: عبدالرحیم پشاوری، دسمبر ۱۹۱۹ء۔

۱۴۔ شمس الحق عظیم آبادیؒ نے میاں نذیر حسین دہلویؒ کو خط لکھا جس میں پوچھا گیا: حاسدین کی مشہور کردہ بات کہ میاں صاحب نے شاہ محمد اسحاق دہلوی سے سند حدیث کی اجازت نہیں لی اور نہ ہی آپ ان کے جانشین مقرر کیے گئے ہیں، کس حد تک صحیح ہے؟ اس کی وضاحت خود میاں نذیر حسین دہلویؒ نے بذریعہ خط فرمائی۔

۱۵۔ محمد تنزیل الصدیقی (مرتب)، **امام ابن تیمیہ** (کراچی: دارالاحسان، ۲۰۰۶ء) ۱۸۔

۵ر محرم ۱۲۹۵ھ میں نواب صاحب کی خواہش پر آگرہ سے سکونت ترک کرکے بھوپال چلے گئے اور نواب صاحب نے تمام مدارس کا افسر اعلیٰ منتخب کیا۔(۱۶) عربی و فارسی کے پروفیسر بھی رہے۔ متعدد کتب کے مصنف تھے جن میں **صيانة الإنسان من وسوسة الشيخ دحلان** شامل ہے۔ اس کتاب پر تقدیم علامہ رشید رضا مصری نے لکھی۔ نیز مسئلہ شد الرحال پر کئی کتب لکھیں۔ جب ان کے اور مولانا عبد الحی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ فرنگی محلی کے مابین اس موضوع پر علمی بحث چل رہی تھی تو دونوں مصنفین نے ایک دوسرے کے جواب میں کئی کتب لکھیں۔

مولانا شہسوانی رحمۃ اللہ علیہ نے **القول المحقق الحكم في زيارة القبر الحبيب الأكرم** لکھی اور بتایا کہ قبر نبوی کی زیارت صرف مستحب ہے، فرض، واجب اور سنت مؤکدہ نہیں اور اس کے بغیر حج میں کوئی کمی نہیں رہتی۔ اس کے جواب میں مولانا عبد الحی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ نے **الكلام المبرم في رد القول المحكم** شائع کی، جس میں زیارت قبر نبوی کے وجوب کا دعویٰ کیا۔ چناں چہ اس کے جواب میں پھر مولانا شہسوانی رحمۃ اللہ علیہ نے **القول المنصور** تحریر کی جس میں مولانا لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ کے اٹھائے ہوئے سارے شکوک وشبہات کی تردید کی۔ اس کے رد میں مولانا لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ نے **الكلام المبرور في رد القول المنصور** لکھی۔ اس کے جواب میں مولانا شہسوانی رحمۃ اللہ علیہ نے **إتمام الحجة على من أوجب الزيارة مثل الحجة** المعروف بہ **المنصب المأثور في زيارة سيد القبور** تحریر فرمائی۔(۱۷)

کتبِ ابنِ تیمیہ سے اِستفادہ

مولانا شہسوانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مذکورہ کتب میں امام ابنِ تیمیہ اور ابنِ قیم کے بہت زیادہ حوالے دیے ہیں، خصوصاً **صيانة الإنسان** میں مسئلہ شد الرحال (مسئلہ زیارت قبر نبوی) میں تو جابجا امام ابنِ تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کی کتب سے عبارات نقل کی ہیں اور اس مسئلہ میں اُنھی کا موقف اپنایا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ شہسوانی رحمۃ اللہ علیہ نے امام ابنِ تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کی کتب کا خوب مطالعہ کیا تھا۔ مولانا شہسوانی رحمۃ اللہ علیہ نے مذکورہ بالا کتب میں سے **إتمام الحجة** میں امام ابنِ تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد، علامہ ابن عبد الہادی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب **الصارم المنكي في الرد على**

۱۶- محمد عزیز شمس، "مقدمہ" مشمولہ، محمد بشیر شہسوانی، **زیارتِ قبر نبوی** (گوجرانوالہ: ام القریٰ پبلی کیشنز، ۲۰۱۰ء)، ۴۰۔

۱۷- نفس مرجع، ۳۳-۳۴۔

السبكي کو پیش نظر رکھا ہے جب کہ مولانا عبدالحی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ نے علامہ سبکی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب کو پیشِ نظر رکھا۔

شمس الحق ڈیانوی عظیم آبادی رحمۃ اللہ علیہ (۱۳۲۹ھ/۱۹۱۱ء)

شمس الحق ڈیانوی رحمۃ اللہ علیہ ہندوستان کے عظیم محدث تھے۔ سید نذیر حسین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد اور **عون المعبود شرح سنن أبي داود** کے مصنف ہیں۔

کتبِ ابنِ تیمیہ کی نشرواشاعت

مولانا ڈیانوی رحمۃ اللہ علیہ نے معارفِ ابنِ تیمیہ کی نشرواشاعت میں خصوصی دلچسپی لی اور کئی کتب طبع کروائیں۔ محقق شہیر شیخ محمد عزیر شمس کے بقول: "علامہ ابن تیمیہ، حافظ ابن القیم، علامہ ذہبی اور منذری وغیرہ کی متعدد کتابیں اپنے خرچ پر طبع کرائیں، منذری کی **مختصر السنن** اور ابن القیم کی **تہذیب السنن** اور سیوطی کی **إسعاف المبطأ** وغیرہ کو تصحیح و تعلیق کے بعد شائع کیا۔"[۱۸]

انھوں نے اپنی کتب میں امام ابنِ تیمیہ، امام ابنِ قیم، امام ابنِ کثیر اور امام ذہبی رحمہم اللہ کے بہت زیادہ حوالے دیے ہیں، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے امام ابنِ تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ اور اُن کے تلامذہ کی کتب کا خوب مطالعہ کیا تھا۔ اگر **عون المعبود** کو دیکھا جائے تو اس میں امام ابنِ تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے اَقوال کثرت سے نقل کیے ہیں اور اُن کے استنباط کی تائید بھی کی ہے۔ یہاں چند عبارات بطورِ مثال درج کی جاتی ہیں:

مثال نمبر ۱

عون المعبود کتاب السنۃ، میں باب في الرد على الجهمية کے تحت حدیث نمبر ۴۷۳۳ کی شرح کرتے ہوئے قارئین کو امام ابنِ تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب تجویز کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "ولشيخ الإسلام ابن تيمية رحمه الله في شرح هذا الحديث كتاب سماه بشرح حديث النزول وهو كتاب مملوء من تحقيقات عجيبة فعلى طالب الحق مطالعته فانه عديم النظير في بابه."[۱۹] (اس حدیث کی مزید

۱۸- محمد عزیز، مولانا شمس الحق عظیم آبادی: حیات وخدمات، ۵۸۔

۱۹- شمس الحق عظیم آبادی، **عون المعبود شرح سنن أبي داود** (بیروت: دارالکتب العلمیة، ۱۴۱۵ھ)، ۱۳: ۴۲۔

شرح کے لیے امام ابنِ تیمیہ کی **شرح حدیثِ نزول** ہے جو کہ بہت عمدہ تحقیقات پر مبنی ہے اور طالبِ حق کو اس موضوع پر اس عدیم النظیر کتاب کا ضرور مطالعہ کرنا چاہیے۔)

مثال نمبر ۲

کتاب قیام اللیل، باب أي اللیل أفضل من سائر أجزاء اللیل کی شرح کرنے کے بعد لکھتے ہیں:"وقد أطال الکلام في هذه المسألة و أشباهها من احادیث الصفات حفاظ الإسلام کابن تیمیة و ابن القیم والذهبي وغیرهم فعلیک مطالعة کتبهم."[۲۰] (اس مسئلہ میں بہت سی احادیث صفات آئی ہیں جن کو بالتفصیل حافظین اسلام ابن تیمیہ، ابن قیم اور امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہم نے اپنی کتب میں بیان کیا ہے تو ضروری ہے کہ ان کی کتب کا مطالعہ کیا جائے۔)

اس کے علاوہ کتاب الطهارة باب في الرجل ، باب المرأة هل تنقض شعرها عندالغسل، کتاب الرکوع والسجود، باب الرجل یدرک الإمام ساجداً کیف یصنع، باب الصلاة من السنن والنوافل تجوز، باب الصلاة بعد الجمعة؛ کتاب ابواب صلاة السفر، باب متی یتم المسافر صلاته إذا نزل في موضع و أقام فیه؛ کتاب التطوع ورکعات السنة، باب رکعتی المغرب أین تصلیان؟، وغیرہ میں امام ابنِ تیمیہ اور امام ابنِ قیم رحمۃ اللہ علیہم کے کثرت سے حوالے ہیں جن کو شمار کرنے کے لیے الگ موضوع کی ضرورت ہے۔

مولانا رفیع الدین شکرانوی رحمۃ اللہ علیہ (۱۲۷۰ھ–۱۳۳۸ھ / ۱۸۵۴ء–۱۹۱۹ء)[۲۱]

مولانا رفیع الدین شکرانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ابتدائی تعلیم گھر میں حاصل کی۔ مولوی سلامت علی سے کافیہ تک تحصیل کی ۔ پھر مولانا محمد احسن گیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے ۷/برس میں درس نظامی کی تکمیل کی۔ پھر سید نذیر حسین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کو خط لکھا کہ "قرب وجوار کے سبب سے آپ پر میرا حق ہے، حاضر ہو کر استفادہ کرنا چاہتا ہوں، پر شرط

۲۰– نفس مرجع، ۴: ۱۴۰۔

۲۱– مولانا عبدالحی لکھنوی نے **نزهة الخواطر** میں سن ولادت ۱۲۶۱ھ لکھا ہے (۸: ۱۵۳)۔ جب کہ مولانا ابوطاہر بہاری نے ۱۲۷۰ھ تحریر فرمایا ہے۔ (ہفت روزہ **اہل حدیث**، امر تسر، ۲۲/اکتوبر ۱۹۱۹ء۔ ۱۳۳۱ھ میں ان کی حکیم وحید الحق مونگیری سے ملاقات ہوئی جس میں خود فرمایا کہ اس وقت میری عمر اکسٹھ برس ہے۔ (**اہل حدیث**، امر تسر، ۲۱/نومبر ۱۹۱۹ء۔)

یہ ہے کہ صحاح ستہ اور جلالین ایک ہی سال ختم ہوں اور قراءۃ بھی میں ہی کروں گا۔" میاں صاحب نے تمام شرائط قبول کر لیں۔[۲۲]

حج بیت اللہ اور کتب کی دست یابی

سید نذیر حسین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے مستفید ہونے کے بعد مولانا شکرانوی رحمۃ اللہ علیہ نے سید عبداللہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں آٹھ ماہ قیام کر کے اکتساب فیض کیا۔ اس کے بعد حج بیت اللہ کے لیے چلے گئے اور حجاز میں تقریباً ڈیڑھ سال قیام کیا اور زیادہ وقت لائبریریوں میں گزارا، خصوصاً قلمی کتب کی طرف توجہ دی۔ مولانا تنزیل صدیقی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: "اوسطاً ڈیڑھ سو اوراق روزانہ کام پر مامور ہوتے۔ تفسیر ابن کثیر پر گیارہ سو اور تفسیر ابن جریر طبری پر ۲۲ سو خرچ ہوئے۔ حجاز میں ترکوں کی حکومت تھی۔ شکایت کی گئی کہ کتب خانے میں ہلڑ مچا ہوا ہے۔ چناں چہ تفتیش ہوئی اور ناظم سے جواب طلب کیا گیا۔ ناظم نے جواب دیا: عموماً سبعہ معلقہ اور حماسہ کے شائقین کتب خانہ سے استفادہ کیا کرتے تھے مگر اس ہندی نوجوان جیسا صاحب ذوق اور پاکیزہ اطوار میں نے نہیں دیکھا۔ اسے تفسیر و حدیث سے والہانہ عقیدت ہے۔ جان و مال دونوں نچھاور کرتا ہے اور انھیں کی نقل لیتا ہے۔ سلطان بہت متاثر ہوا اور ہر طرح کی آسانی بہم پہنچانے کا حکم دیا، مولانا سے ملنا چاہا مگر آپ ٹال گئے۔"[۲۳]

کتب ابنِ تیمیہ کے شائق

مولانا نے بہار آنے کے بعد بمبئی سے ایک پریس خریدا اور گاؤں میں ہی مطبع قائم کیا اور قلمی کتابوں کی اشاعت میں مصروف ہو گئے۔ بقول مولانا ابوسلمہ شفیع احمد بہاری، **ذم التأویل لابن قدامہ، تائید مذہب السلف** اور **ابوداود مع شروح و حواشی** اور بروایت بعض **تفسیر طبری** کے کچھ اجزا طبع کیے۔[۲۴] مولانا کو کتب بینی کا بے حد شوق تھا۔ ان کا کتب خانہ مخطوطات اور نادر و نایاب کتب سے معمور تھا۔ ابن تیمیہ اور ابن قیم کی کتب جمع کرنا مولانا کا پسندیدہ مشغلہ تھا۔ بقول مولانا مناظر احسن گیلانی رحمۃ اللہ علیہ:

آپ کے کتب خانہ میں حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ اور ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیفات کا قلمی ذخیرہ جتنا بڑا جمع ہو گیا، شاید ہندوستان

۲۲- محمد تنزیل الصدیقی الحسینی، **اصحابِ علم و فضل** (گوجرانوالہ: ندوۃ المحدثین، ۲۰۰۴ء)، ۴۶۔

۲۳- نفس مرجع، ۴۷۔

۲۴- نفس مرجع، ۴۷- ۴۸۔

میں تو کہیں اتنا بڑا سرمایہ نہ ہو گا۔ حافظ ابن عبد البر محدث رحمۃ اللہ علیہ کی کتابیں **استذکار** اور **تمہید** آپ کے یہاں موجود ہیں۔ محلی ابن حزم جیسی نایاب کتاب کی چودہ جلدیں آپ کے یہاں میں نے دیکھی تھیں۔ طباعت سے پہلے ان کا دیکھنا میرے لیے باعث فخر تھا۔[۲۵]

اس کے علاوہ مولانا ممدوح کے کتب خانے میں جو نوادرات موجود تھے، ان میں امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کی درج ذیل کتب تھیں: **لوامع الاسترشاد في الفرق بين التوحيد والإلحاد، إقتضاء الصراط المستقيم، منهاج السنة النبوية، كتاب العقل والنقل**۔[۲٦]

مولانا عبد الرحمن مبارک پوری رحمۃ اللہ علیہ (۱۲۸۳ھ-۱۳۵۳ھ / ۱۸٦٦ء-۱۹۳۴ء)

آپ نے اُردو اور عربی کی ابتدائی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی۔ مئو کے اساتذہ سے بھی کسب فیض کیا۔ پھر علوم عقلیہ ونقلیہ میں مہارت حاصل کرنے کے لیے مولانا عبد اللہ غازی پوری رحمۃ اللہ علیہ (۱۹۱۸ء) سے استفادہ کیا۔ اس کے بعد دہلی منتقل ہو کر میاں نذیر حسین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے علم حدیث میں کمال حاصل کیا۔ شیخ حسین بن محسن انصاری یمانی رحمۃ اللہ علیہ (پیدائش ۱۲۴۵ھ) سے بھی استفادہ کر کے سند اجازت لی۔ آپ کے اساتذہ میں علامہ حسام الدین مئوی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۳۱۰ھ)، علامہ فیض اللہ مئوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۱۵ھ) اور علامہ سلامت اللہ راج پوری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۲۲ھ) جیسے چوٹی کے اصحاب علم وفضل اور یگانہ روز گار حضرات شامل تھے۔ تعلیم سے فراغت کے بعد مختلف مدارس میں تدریسی اور تصنیفی وتالیفی خدمات انجام دیں۔ کئی ایک دینی مدرسے بھی قائم کیے جن میں ضلع بلرام پور کے موضع کنڈا بونڈھیار کا جامعہ "سراج العلوم" خاص طور پر قابل ذکر ہے، جس کا ۱۹۰۷ء میں قیام عمل میں آیا اور جس میں تاحال کتاب وسنت کی زبردست تعلیم ہو رہی ہے۔

آپ کے تلامذہ کی فہرست لمبی ہے جس میں بڑے بڑے اصحاب علم وفن شامل ہیں۔ علامہ عبد السلام مبارک پوری رحمۃ اللہ علیہ (۱۳۴۲ھ) مؤلف **سيرة البخاري**، علامہ عبید اللہ رحمانی مبارک پوری رحمۃ اللہ علیہ (۱۹۹۴ء) مؤلف **مرعاة المفاتيح**، علامہ نذیر احمد رحمانی املوی رحمۃ اللہ علیہ (۱۳۱۵ھ)، ڈاکٹر تقی الدین ہلالی دمشقی رحمۃ اللہ علیہ (۱۴۰۷ھ)، مولانا امین احسن اصلاحی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا عبد الصمد مبارک پوری رحمۃ اللہ علیہ (۱۳٦۷ھ)، شیخ عبد اللہ نجدی مصری، مولانا عبد الجبار کھنڈیلوی (۱۳۸۳ھ)، مولانا محمد اسحاق آروی (۱۳٦۹ھ)، مولانا عبد الرحمن نگر نہسوی،

۲۵- مولانا مناظر احسن گیلانی، **پاک وہند میں مسلمانوں کا نظام تعلیم وتربیت** (لاہور: مکتبہ رحمانیہ، ۱۹۴۲ء)، ۳۵۳۔

۲٦- تنزیل الصدیقی، **اصحاب علم وفضل**، ۵۰- ۵۱۔

مولانا ابو نعمان عبد الرحمن مئوی (۱۳۵۷ھ)، مولانا عبد الرزاق صادق پوری، مولانا نعمت اللہ بردوانی، مولانا سید محمد جعفر ٹونکی، مولانا عبد الحکیم فتح پوری، محمد بشیر مبارک پوری (۱۳۸۸ھ)، ابو القاسم قدسی، محمد شریف مصطفیٰ آبادی، عبد اللہ النجدی القویعی اور رقیہ بنت خلیل البانی رحمۃ اللہ علیہم وغیرہم قابل ذکر ہیں۔

مولانا مبارک پوری رحمۃ اللہ علیہ علوم حدیث، فن اسماء الرجال، فن جرح و تعدیل، تخریج احادیث اور معرفت طبقات محدثین میں مہارت تامہ رکھتے تھے۔ علامہ شمس الحق ڈیانوی عظیم آبادی رحمۃ اللہ علیہ (۱۳۲۹ھ) نے **غاية المقصود** اور **عون المعبود** کی تالیف کا سلسلہ شروع کیا تو اس کام میں آپ نے ان کا بھرپور تعاون کیا۔ سید میاں نذیر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ فتاویٰ لکھے، پھر ان کی ترتیب و تہذیب کر کے **فتاویٰ نذیریہ** کے نام سے دو ضخیم جلدوں میں شائع کیا۔ اس طرح آپ نے مولانا عبد اللہ غازی پوری رحمۃ اللہ علیہ (۱۳۳۷ھ) کے فتاویٰ بھی مرتب کیے تھے۔ آپ کی تالیفات میں تقریباً گیارہ کتب کا ذکر ملتا ہے، جس میں جامع ترمذی کی شرح **تحفة الاحوذي** آپ کی شاہکار تصنیف ہے۔[۲۷]

امام ابنِ تیمیہ سے موافقت

ان کی اس معروف زمانہ شرح جامع ترمذی میں امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے منہج کی تائید میں بہت سی مثالیں موجود ہیں۔ مثلاً جرابوں پر مسح کے مسئلہ میں امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول کی موافقت کی ہے۔[۲۸] مسئلہ توسل بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے وسیلہ کو ناجائز قرار دیتے ہوئے اپنے قول کی تائید میں امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ دیتے ہوئے فرماتے ہیں: "واختاره ابن تيمية فى رسالة **التوسل والوسيلة** وقد أشبع الكلام في تحقيقه وأجاد فيه فعليك أن تراجعها."[۲۹] (یہی موقف امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رسالے **التوسل والوسیلہ** میں اختیار کیا ہے اور اس مسئلہ میں خوب تحقیقی انداز میں سیر حاصل بحث کی ہے۔ سو اس مسئلہ میں (باحث) اس کی طرف ضرور مراجعت کرے۔)

اس کے علاوہ بھی امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے موقف کی کثیر مقامات پر تائید کی گئی ہے۔ المختصر مولانا مبارک

۲۷- مولانا قاضی اطہر مبارک پوری، **تذکرہ علماے مبارک پور** (مؤناتھ بھنجن یوپی: مکتبہ الفہیم، ۲۰۱۰ء)، ۱۹۴-۲۰۵۔

۲۸- عبد الرحمن مبارک پوری، **تحفة الأحوذي** (بیروت: دار الكتب العلميه، س ن)، ۱: ۲۸۸۔

۲۹- نفس مرجع، كتاب الدعوات، باب في انتظار الفرج وغیر ذلک، ۱۰: ۲۷۔

پوری نے **تحفة الأحوذي** میں بہت سے مسائل میں امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے موقف کو درست قرار دیاہے اور ان کے حق میں دلائل بھی دیے ہیں۔ ساتھ ساتھ خود اپنے موقف کو بھی بیان کرتے ہیں جو کہ فکرِ ابنِ تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ سے مختلف نہیں ہوتا۔

مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمۃ اللہ علیہ (۱۹۰۱ء – ۱۹۶۷ء)

مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمۃ اللہ علیہ (سابق امیر جمعیت اہلِ حدیث، پاکستان) معروف مذہبی اور سیاسی شخصیت تھے۔ آپ حافظ عبدالمنان محدث وزیر آبادی کے شاگرد تھے۔ انھوں نے قومی، ملکی، وطنی، دینی اور اسلامی ہر تحریک میں حصہ لیا۔ تحریک آزادی کے دنوں میں انگریز کے خلاف جہاد کرنے کے لیے مولانا ابوالکلام آزاد کے ہاتھ پر بیعت کی۔ آپ سولہ سال تک جمعیت اہل حدیث کے ناظم اعلیٰ رہے۔ ۱۹۵۳ء میں جن ۳۱/ علمانے ۲۱/ نکات پر مشتمل پاکستان کے دستور کا خاکہ مرتب کیا، ان علما میں آپ بھی شامل تھے۔ سابق صدر جنرل ایوب خان کے دور میں آئینی کمیشن نے جو سوال نامہ شائع کیا اس کے جواب میں علمانے متفقہ طور پر سوال نامہ کا جواب نامہ لکھا، اس کے روح رواں آپ تھے۔[۳۰]

ان کی تصنیفات میں ایک اہم تصنیف ان کا مجموعۂ مقالات بعنوان **تحریکِ آزادیٔ فکر اور شاہ ولی اللہ کی تجدیدی مساعی** ہے۔ اس میں انھوں نے شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی تحریکِ آزادیٔ فکر کا تفصیلی تعارف پیش کیا ہے۔ اس کتاب کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ عربی اور اُردو کے معروف اَدیب، جامعہ سلفیہ، بنارس، انڈیا کے سابق ریکٹر ڈاکٹر مقتدیٰ حسن ازہری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کتاب کا عربی زبان میں ترجمہ **حركة الإنطلاق الفكري وجهود الشاه ولي الله في التجديد** کر کے شائع کروایا۔

تحریک آزادی فکر میں مولانا نے مختلف مسائل میں امام شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی مساعی کا ذکر کیا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے موقف کی بھی وضاحت کی ہے۔ کتاب کو پڑھ کر یوں معلوم ہوتا ہے کہ یہ افکارِ ابنِ تیمیہ وافکارِ ولی اللّٰہی کا حسین امتزاج ہے۔ کتبِ ابنِ تیمیہ کے حوالہ جات کتاب کے بیشتر مقامات پر دیے ہیں گئے۔ مزید یہ کہ منہجِ ابنِ تیمیہ کو نہ صرف بیان کیا ہے، بلکہ اس کی وضاحت و تائید میں دلائل بھی پیش کیے ہیں۔ نیز امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے تجدیدی واصلاحی کارناموں کو بھی بیان کیا ہے۔

۳۰۔ مولانا محمد اسماعیل سلفی، **تحریک آزادی فکر اور شاہ ولی اللہ کی تجدیدی مساعی**، مرتب: مولانا محمد حنیف یزدانی (لاہور: مکتبہ محمدیہ، ۲۰۰۸ء)، ۳۰–۳۳۔

تقلید اور جمود کے اثرات اور ادوار کا ذکر کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ چوتھی صدی کے اواخر میں تقلید کی رسم عام ہو گئی۔ اس کے بعد اس کی وجوہ کو ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ آٹھویں صدی ہجری تک جمود کا مرض چھا گیا۔ بعض مجددین نے اربابِ جمود کے ساتھ وقت کی حکومت کو بھی جھنجھوڑا۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ، علامہ ابن دقیق العید، اِن بزرگوں نے اس جامد فضا میں ارتعاش پیدا کر دیا۔[۳۱] مولانا نے اپنے مضمون "مسئلۂ تقلید پر تحقیقی نظر" میں تقلید شخصی و تقلید مطلق کے متعلق امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کی آرا کا دفاع کیا ہے اوراس سلسلہ میں شاہ ولی اللہ کی آرا کو بھی بیان کیا ہے جو کہ امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کی آرا سے موافقت رکھتی ہیں۔[۳۲]

مولانا کو کتبِ ابنِ تیمیہ پر عبور حاصل تھا۔ وہ امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کی **منهاج السنة** اور **نقض المنطق** سے بہت سارے دلائل ذکر کر کے ائمۂ حدیث اور فقہائے محدثین کی روش سے عامۃ الناس کو آگاہ کرتے ہیں۔ یہ بحث تقریباً تین صفحات پر پھیلی ہوئی ہے[۳۳] جس کو پڑھ کر معلوم ہوتا ہے کہ مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمۃ اللہ علیہ نے فکرِ ابنِ تیمیہ کا بہت ذوق سے مطالعہ کیا ہے اور کتبِ ابنِ تیمیہ ہر وقت اُن کے مطالعہ میں رہتی تھیں۔ اس بحث کے بعد مولانا **منهاج السنه** اور **نقض المنطق** کے مباحث کا تفصیل سے جائزہ لیتے ہیں۔ وہ **نقض المنطق** کا سبب تحریر ذکر کرتے ہیں کہ پوری کتاب فرقہ ناجیہ وائمۂ اہل حدیث کے حق میں اور منطق کے رد میں ہے۔ اس کتاب پر چار صفحات میں تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> پوری کتاب (**نقض المنطق**) ۲۱۱ صفحات پر پھیلی ہوئی ہے۔ ابتدا میں شیخ الاسلام نے صفات باری میں تفویض کا ذکر فرمایا۔ تشبیہ و تجسیم اور تعطیل کی نفی فرمائی اور فرمایا: اس باب میں ائمہ اربعہ اور اہل سنت کا وہی مذہب ہے جو اہل حدیث کی طرف منسوب ہے۔ اعتزال، تجہم، تعطیل و تشبیہ اور تجسیم کی راہیں بدعت کی ہیں۔[۳۴] اِس کی تائید میں نقض المنطق کے صفحات نمبر ۴، ۸، ۴۷، ۸۱، ۸۵، ۱۱۵، ۱۳۵ سے عبارات نقل کی ہیں۔ اس کے معاً بعد امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کی **القواعد النورانية** کا مفصل تعارف پیش کیا ہے کہ امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے **نقض المنطق** میں متکلمانہ انداز سے مختلف فیہ مسائل کا ذکر فرمایا ہے۔ فقہی فروع میں ان کی کتاب **القواعد النورانية** کے نام سے معروف ہے۔[۳۵]

۳۱۔ نفس مرجع، ۳۳۴ – ۳۳۸۔

۳۲۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: نفس مرجع، ۲۳۲–۲۳۷۔

۳۳۔ نفس مرجع، ۳۳۸– ۳۴۰۔

۳۴۔ نفس مرجع، ۳۴۰– ۳۴۱۔

۳۵۔ نفس مرجع، ۳۴۴– ۳۴۵۔

مسئلہ زیارتِ قبور کے ذیل میں احادیث بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ اس مضمون کی احادیث آپ ﷺ سے بہ تواتر مروی ہیں اور اس کے بعد اپنے قول کی تائید میں امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول پیش کیا ہے:

"فقد تواترت النصوص عن النبی ﷺ بالنهي عن ذلک والتشدید فیه." (۳۶)

الغرض مولانا اسماعیل سلفی رحمۃ اللہ علیہ نے مسئلہ زیارت قبور اور تقلید و جمود میں کتبِ ابنِ تیمیہ سے بھرپور اِستفادہ کیا ہے اور امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ والا موقف اختیار کیا ہے۔ ایک مقام پر وہ امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے کارنامے ذکر کرتے ہوئے اُن کی کتب کے متعلق اپنی معلومات کا اظہار اس انداز میں کرتے ہیں کہ "شیخ الاسلام (۷۲۸ھ) کی مجاہدانہ کوششیں صفحاتِ تاریخ کی رونق ہیں۔ انھوں نے جہاں اعتزال اور تجہم کو دفن کیا اور ان کے تابوت میں آخری میخ ٹھونکی، وہاں رفاعی فرقہ کے فقیروں کے آگ میں کودنے کے چیلنج کو قبول فرما کر بدعی تصوف کو ہمیشہ کی نیند سلا دیا.... **منہاج السنۃ**، **کتاب العقل والنقل** اور رسالہ **رد المنطق** اس موضوع پر انتہائی مفید معلومات سے بھرپور ہیں۔ شیخ الاسلام کی کتاب **الرد علی المنطقیین** میں اس قدر شگفتگی نہیں جس قدر **رد المنطق** میں ہے۔ اس کتاب سے شیخ الاسلام کی روشن خیالی اور وسعتِ ظرف کا اندازہ ہوتا ہے۔" (۳۷)

مولانا کے اس بیان سے بہ خوبی اندازہ ہوتا ہے کہ ان کی کتبِ ابنِ تیمیہ پر نظر بہت گہری تھی۔ انھوں نے نہ صرف منہجِ ابنِ تیمیہ کو متعارف کروایا، بلکہ اس کو اپنایا اور اس پر عمل پیرا ہونے کی تلقین کی۔

حافظ محمد محدث گوندلوی رحمۃ اللہ علیہ (۸ر فروری ۱۸۹۷ء – ۴ر جون ۱۹۸۵ء)

آپ ایک عظیم محدث، مدرس اور حافظ تھے۔ مسلک اہلِ حدیث سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ خداداد قوت حافظہ اور وسعت علم میں اپنی نظیر آپ تھے۔ مطالعۂ کتب کے بہت شائق، عابد وزاہد اور ہمہ وقت ذکر کرنے والے انسان تھے۔ آپ نے کبار اساتذہ سے کسب فیض کیا جن میں سید عبد الجبار غزنوی، سید عبد الاول غزنوی، سید عبد الغفور غزنوی اور مولانا حافظ عبد المنان وزیر آبادی معروف ہیں۔ خاندانِ غزنویہ کے علما و اکابرین کتبِ امام ابنِ تیمیہ و امام ابنِ قیم رحمہما اللہ کے بے حد شائق تھے اور سب سے پہلے برصغیر میں کتبِ ابنِ تیمیہ کو شائع کرنے والے بھی

۳۶۔ احمد بن عبد الحلیم ابنِ تیمیہ، **اقتضاء الصراط المستقیم في مخالفة أصحاب الجحیم** (قاہرہ: مطبعة السنة المحمدیة، س ن)، ۵۶۵؛ اسماعیل سلفی، **تحریک آزادی فکر**، ۴۵۵۔

۳۷۔ نفس مرجع، ۸۳–۸۴۔

غزنوی تھے۔ حافظ گوندلوی چوں کہ علماے غزنویہ کی شاگردی میں رہے، تو اسی اَثر کی وجہ سے فکرِ ابنِ تیمیہ کے اثرات حافظ محمد گوندلوی رحمۃ اللہ علیہ پر ہوئے۔ انھوں نے تقریباً پون صدی درس وتدریس کرتے گزار دی۔ وہ بہت بڑی بڑی جامعات میں بطورِ شیخ الحدیث ومدرس کام کرتے رہے، جن میں قابلِ ذکر یہ ہیں: مدرسہ رحمانیہ دہلی، جامعہ عربیہ دارالسلام، عمر آباد، مدرسہ تعلیم الاسلام اوڈانوالہ، جامعہ سلفیہ فیصل آباد، جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ اور جامعہ محمدیہ گوجرانوالہ۔ آپ تمسّک بالکتاب والسنہ کے داعی تھے۔ آپ دورانِ تدریس کتبِ ابنِ تیمیہ وابنِ قیم سے بہت سی عبارات بیان کرتے اور اِن کتب سے بیشتر عبارات اُن کو اَزبر تھیں۔ حافظ صاحب اِن دونوں ائمہ کی کتب پڑھنے کی اپنے شاگردوں کو تلقین بھی کرتے تھے۔ آپ کے تلامذہ ومستفیدین نہ صرف پاکستان بلکہ ہندوستان، بنگلہ دیش، افغانستان اور عرب ممالک وغیرہ سے تعلق رکھتے تھے۔ اِن تلامذہ میں چند معروف کا ذکر کیا جاتا ہے:

۱- حافظ محمد عبداللہ بڈھیمالوی، ۲- حافظ محمد بھٹوی، ۳- مولانا عبیداللہ عفیف، ۴- مولانا محمد صادق خلیل فیصل آبادی (مترجم مشکوٰۃ)، ۵- مولانا محمد اسماعیل سلفی، ۶- علامہ احسان الٰہی ظہیر، ۷- حافظ عبدالمنان نور پوری، ۸- مولانا ارشاد الحق اثری، ۹- پروفیسر غلام احمد حریری، ۱۰- مولانا محمد عبدہ الفلاح، ۱۱- حافظ عبدالسلام بھٹوی، ۱۲- مولانا عبدالرحمن ضیاء، ۱۳- ابوذر محمد زکریا۔

اِن کی تصنیفات کی تعداد تقریباً ۲۴ تک پہنچتی ہے، جن میں معروف کتب: **دوامِ حدیث**، **ختمِ نبوت**، **شرح مشکوٰۃ** (کتاب العلم تک) اور **الإصلاح** (۳ حصے) ہیں۔

کتبِ ابنِ تیمیہ سے اِستفادہ

حافظ صاحب نے اپنی تصنیفات میں کتبِ ابنِ تیمیہ وابنِ قیم سے بہت اِستفادہ کیا ہے، خصوصاً **الاصلاح** میں **اقتضاء الصراط المستقیم**، **مجموع الفتاوی**، **فتاوی ابن تیمیة**، **إعلام الموقعین** اور **زاد المعاد** کے بہت زیادہ حوالہ جات اور عبارات موجود ہیں۔ **الاصلاح** کے حصہ سوم بعنوان "بدعت کی تمہید" میں امام ابنِ تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے افادات سے **اقتضاء الصراط المستقیم** کے صفحات ۳۱۶ تا ۳۲۴ کی عبارات نقل کی ہیں اور یہ مبحث چھ صفحات پر مشتمل ہے جس میں بدعت کی تعریف، قائلین کے گروہ، بدعت کی حقیقت وغیرہ تمام مباحث **اقتضاء الصراط المستقیم** سے لیے گئے ہیں۔[۳۸] ایک اور جگہ گمراہ ہونے کے اسباب فکر ابن تیمیہ کی روشنی

۳۸- حافظ محمد گوندلوی، **الإصلاح**، (گوجرانوالہ: اُم القریٰ پبلی کیشنز، ۲۰۱۱ء)، ۴۷۰- ۴۷۶۔

میں بیان کیے ہیں۔[۳۹] نیز صفحات ۱۷۷، ۲۸۵، ۳۱۲، ۳۲۲، ۳۲۷ پر **اقتضاء الصراط المستقیم، مجموع الفتاوی، الرد علی البکري** کے حوالے دیے گے ہیں اور مسائل میں کتبِ ابنِ تیمیہ سے استدلال کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ امام ابنِ قیم رحمۃ اللہ علیہ کی **إعلام الموقعین** اور **زاد المعاد** کے بھی بہت زیادہ حوالے دیے گئے ہیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ حافظ محمد گوندلوی رحمۃ اللہ علیہ فکرِ ابنِ تیمیہ سے بے حد متاثر اور اُن کی کتب سے بہت زیادہ استفادہ کرتے تھے۔

کتبِ ابنِ تیمیہ کے مطالعہ کی تلقین

اُن کے تلامذہ بیان کرتے ہیں کہ حافظ صاحب ہمیں امام ابنِ تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابنِ قیم رحمۃ اللہ علیہ کی کتب کا بار بار مطالعہ کرنے کی نصیحت کرتے تھے۔ اس کا اظہار مقالہ نگار نے اُن کے کئی تلامذہ سے سنا ہے۔ مثلاً الشیخ ارشاد الحق اثری (مدیر ادارہ علومِ اثریہ، فیصل آباد)، الشیخ عبد الرحمن ضیاء، الشیخ ابوذر محمد زکریا (فیروزوٹواں، شیخوپورہ) کا کہنا ہے کہ دورانِ تدریس حافظ صاحب کسی مسئلہ میں جب اپنا موقف بیان کرتے تو اس کے استدلال میں امام ابنِ تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کی کتب سے کثرت کے ساتھ عبارات بیان کرتے تھے جو اُن کو مستحضر تھیں۔ اس طرح اس کا اثر اُن کے شاگردوں میں بھی منتقل ہوا۔

مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمۃ اللہ علیہ (۱۹۱۰ء- ۱۹۸۷ء)

مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمۃ اللہ علیہ علم و تحقیق کے میدان میں گراں قدر خدمات کی بنا پر بہت بلند مقام رکھتے ہیں۔ وہ ہفت روزہ **الاعتصام**[۴۰] کے بانی اور **سنن نسائی** کی شرح بنام **التعلیقات السلفیة**[۴۱] کے مصنف ہیں۔ مولانا کا ناقابل فراموش کارنامہ معارفِ ابنِ تیمیہ کی نشرواشاعت ہے۔ مولانا کو امام ابنِ تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ سے والہانہ عقیدت اور اُن کی تصانیف سے بے حد شغف تھا۔ اس سلسلہ میں مولانا کی مساعی جمیلہ کو حافظ عبد الحمید ازہر

۳۹- نفس مرجع، ۳۲۹۔

۴۰- یہ رسالہ باقاعدگی سے تاحال دارالدعوۃ السلفیہ، لاہور سے شائع ہو رہا ہے۔ یہ ایک تحقیقی مجلہ ہے۔

۴۱- **التعلیقات السلفیة** کا مطالعہ کرنے کے بعد سماحۃ الشیخ عبد العزیز بن عبد اللہ بن باز نے مولانا کو عصر حاضر کا ابنِ حجر قرار دیا۔

رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ایک مضمون میں تین حصوں میں تقسیم کیا ہے۔[۴۲] ذیل میں اس کا خلاصہ درج کیا جاتا ہے:

امام ابنِ تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف کی طباعت اور نشر واشاعت کا اہتمام

اس سلسلے میں مولانا نے تین کتابوں کی اشاعت فرمائی جو ان کے حسن انتخاب کی واضح دلیل ہے۔

۱۔ **اقتضاء الصراط المستقیم لمخالفة أصحاب الجحيم**

۲۔ **الفرقان بين أولياء الرحمن و أولياء الشيطان**

۳۔ **منهاج السنة النبوية في نقض كلام الشيعة والقدرية**

تاہم **منهاج السنة** کے ساتھ ابن مطہر علی کی **منهاج الكرامة** بھی شائع کر دی جس کے جواب میں **منهاج السنة** تالیف کی گئی تھی۔ دونوں کتابوں کو معاً شائع کرنے سے اس کتاب کی افادیت میں کئی چند اضافہ ہو گیا ہے تا کہ تصویر کے دونوں رخ سامنے آجانے سے موازنہ آسان ہو۔

کتبِ ابنِ تیمیہ کے تراجم

اس سلسلہ میں مولانا نے ان کتب کے تراجم شائع کیے:

۱۔ **مقدمة أصول التفسير**: اس رسالہ کو مولانا عبدالرزاق ملیح آبادی کے سلیس و رواں ترجمے کے ساتھ اس کی مختصر اور جامع تعلیقات وحواشی اور تحقیق و تخریج کر کے شائع کیا۔

۲۔ **گانا بجانا، سننا اور قوالی،** (السماع والرقص)، مترجم: عبدالرزاق ملیح آبادی۔

۳۔ **اَصحاب صفہ اور تصوف کی حقیقت**، مترجم: عبدالرزاق ملیح آبادی۔

۴۔ **الفرقان بين أولياء الرحمن و أولياء الشيطان**، مترجم: مولانا غلام ربانی۔

۵۔ **افاداتِ ابنِ تیمیہ**: اس میں انتہائی مفید آٹھ رسالوں کا اُردو ترجمہ ہے، جس کو اس سے پہلے مکتبہ عتیقیہ، جھوک دادو، تاندلیانوالہ نے بھی شائع کیا تھا۔ یہ دراصل رسائل ابنِ تیمیہ بنام **افاداتِ ابنِ تیمیہ** شائع ہوئی، مترجم: حافظ محمد زکریا۔

۴۲۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: حافظ عبدالحمید ازہر، ''مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی کا ناقابل فراموش کارنامہ: معارفِ ابنِ تیمیہ کی نشر واشاعت'' **الاعتصام**، لاہور، اشاعت خاص بیاد، مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی (مارچ ۲۰۰۵ء)، ۶۸۱– ۷۰۲۔

۶- **تفسیر سورہ اخلاص**، مترجم: مولانا غلام اللہ ربانی۔

۷- **تفسیر معوذتین**، از امام ابن تیمیہ / ابن قیم، مترجم: عبد الرحیم پشاوری۔

۸- **تفسیر آیتِ کریمہ**، مترجم: مولانا عبد الرحیم پشاوری۔

۹- **زیارۃ القبور**، مترجم: مختار احمد ندوی۔ اس کے علاوہ بھی مولانا کے ادارے "المکتبۃ السلفیہ" نے کتب کے تراجم شائع کیے۔(۴۳)

امام ابنِ تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کی جامع سیرت کی اشاعت

اس سلسلہ میں مولانا موصوف نے سیرتِ ابنِ تیمیہ پر جامع کتاب کی ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے معاصرین میں سے شیخ ابوزہرہ مصری رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب **ابن تيمية: حياته وعصره، آراؤه وفقهه** کو بہ زبانِ اُردو شائع کیا اور اس کتاب کو مفید بنانے کے لیے سید رئیس احمد جعفری کے ترجمہ پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اس پر نظر ثانی کی اور مفصل حواشی لکھے اور اس تنقیح وحواشی کا دائرہ اس قدر وسیع ہے کہ ان کی بدولت **حیات شیخ الاسلام ابن تیمیہ** ایک مستقل اور منفرد کتاب بن گئی ہے۔ مولانا کے مفصل حواشی پر غور کیا جائے تو واضح ہوتا ہے کہ آپ کو تصانیفِ ابنِ تیمیہ پر بہت زیادہ عبور، استحضار اور ان کے اَفکار سے مکمل ہم آہنگی تھی۔ اس کتاب میں علوم و معارفِ ابنِ تیمیہ سے متعلق مندرجہ ذیل اُمور مولانا کی امتیازی خصوصیات میں سے ہیں:

۱- امام ابنِ تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک کی تنقیح و توضیح اور اعتراضات کا ازالہ۔

۲- شیخ الاسلام امام ابنِ تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کا دفاع۔

۳- اضافات: تصانیفِ ابنِ تیمیہ کا تفصیلی اِحاطہ۔

مولانا نے تعلیقات و حواشی لکھنے پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اصل کتاب پر کئی ابواب مثلاً اخلاق و عادات، چند دیگر تلامذہ خاص اور اسمائے مصنفاتِ ابنِ تیمیہ کا اضافہ کیا۔ خصوصاً مصنفاتِ ابنِ تیمیہ کو مرتب کر کے حلقہ بہ گوشانِ ابنِ تیمیہ پر احسان عظیم کیا ہے، جس کے متعلق مولانا غلام رسول مہر لکھتے ہیں: "مولانا محمد عطاء اللہ حنیف صاحب تنہا یہی کام انجام دے دیتے تو امام ابنِ تیمیہ کے علوم ومعارف کی خدمت کا بہت بڑا کارنامہ

۴۳- المکتبہ السلفیہ سے امام ابنِ تیمیہؒ کی **اقتضاء الصراط المستقیم** کا ترجمہ شائع ہو، جس کا عنوان ہے: **راہِ حق کے تقاضے: تلخیص اقتضاء الصراط المستقیم** از ڈاکٹر عبد الرحمن عبد الجبار فریوائی، ترجمہ: ڈاکٹر مقتدیٰ حسن بن محمد یٰسین ازہری۔

ہوتا۔"[۴۴] مندرجہ بالا خصائص و امتیازات کی بہ دولت یہ کتاب امام ابنِ تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے علوم و معارف کے انسائیکلوپیڈیا کی شکل اختیار کر گئی ہے۔ اس کے علاوہ مولانا عطاء اللہ حنیف رحمۃ اللہ علیہ نے امام شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کا خط بنام مولانا معین الدین سندھی، جو کہ امام ابنِ تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے مناقب اور دفاع میں لکھا گیا ہے، تحقیق کر کے شائع کیا۔ نیز اس سلسلے میں ایک مضمون بعنوان "شیخ الاسلام ابنِ تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے نظریات شاہ ولی اللہ کی نظر میں" لکھا۔[۴۵]

المختصر مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمۃ اللہ علیہ نے فکرِ ابنِ تیمیہ کا اس قدر گہرا مطالعہ کیا تھا کہ وہ معارفِ ابنِ تیمیہ کے انسائیکلوپیڈیا تھے۔ اُن کو افکارِ ابنِ تیمیہ پھیلانے کا بے حد شوق تھا۔ اِس سلسلے میں نہ صرف انھوں نے خود خدمات سر انجام دیں بلکہ علمائے کرام کو ترغیب بھی دی اور کتبِ ابنِ تیمیہ کے تراجم ہوئے۔ اس طرح افکارِ ابنِ تیمیہ اس قدر پھیلے کہ اب علمی حلقوں میں امام ابنِ تیمیہ محتاجِ تعارف نہیں۔ اِس کے علاوہ مولانا عطاء اللہ حنیف رحمۃ اللہ علیہ کے مطالعۂ افکارِ ابنِ تیمیہ کے ذوق کا اندازہ ان کی موجودہ لائبریری (مکتبہ دارالدعوۃ السلفیہ، شیش محل روڈ، لاہور) سے بھی لگایا جا سکتا ہے جس میں کتبِ ابنِ تیمیہ کا بہت بڑا ذخیرہ موجود ہے۔

مولانا عبید اللہ رحمانی مبارک پوری رحمۃ اللہ علیہ (۱۹۹۴ء)

ابتدائی تعلیم والد ماجد مولانا عبد السلام مبارک پوری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۴۲ھ) صاحب سے حاصل کی۔ جب والد ضلع گونڈہ (موجودہ بلرام پور، انڈیا) کے مشہور و معروف ادارہ مدرسہ سراج العلوم بونڈھیار سے منسلک ہوئے تو وہاں بھی ساتھ رہ کر کئی برس تک اکتساب علم کیا۔ پھر دہلی آکر مدرسہ دارالحدیث رحمانیہ میں داخلہ لیا۔ آپ کے اساتذہ میں مولانا احمد اللہ پرتاب گڑھی (م ۱۹۴۳ء)، مولانا عبد الوہاب آروی اور مولانا احمد صاحب مئوی قابل ذکر ہیں۔ ۱۳۴۵ھ میں فراغت حاصل کی اور وہیں بہ حیثیت مدرس خدمات انجام دیں۔ ۱۳۵۳ھ میں مولانا عبد الرحمن مبارک پوری رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ رہ کر **تحفة الأحوذي** شرح جامع ترمذی کی تالیف میں ہاتھ بٹانے کے لیے مبارک پور بھیج دیے گئے۔ پھر **تحفة الأحوذي** کی تکمیل کے بعد واپس دارالحدیث آ گئے۔ شیخ الحدیث مولانا احمد اللہ کے انتقال ۱۹/مارچ ۱۹۴۳ء کے بعد جب دارالحدیث رحمانیہ بند ہو گیا تو اپنے وطن مالوف چلے گئے۔ ادھر

۴۴۔ شیخ ابوزہرہ مصری، **حیاتِ شیخ الاسلام ابن تیمیہ**، ترجمہ: رئیس احمد جعفری ندوی (لاہور: المکتبۃ السلفیہ، ۱۹۷۱ء)، ۱۹۔

۴۵۔ مولانا عطاء اللہ حنیف، "شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ اور ان کے نظریات شاہ ولی اللہ کی نظر میں" **الاعتصام**، گوجرانوالہ، ۳۲ (فروری ۱۹۵۲ء)۔

مولانا ابو الطیب عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمۃ اللہ علیہ (۱۹۸۷ء) اور ان کے علم دوست رفیق حافظ محمد زکریا نے **مشکوۃ المصابیح** پر مختصر حاشیہ آرائی کے لیے آپ سے گزارش کی تو آپ نے بہ رضا و رغبت قبول فرما لیا۔ ۱۹۴۸ء میں مختصر تعلیقات و حواشی کا کام شروع کیا تو آپ کی مہارت فی الحدیث اور علمی کمال کی وجہ سے مفصل اور مبسوط شرح کتاب البیوع تک ۹ جلدوں میں **مرعاۃ المفاتیح** کے نام سے مرتب ہوئی۔ یہ شرح اپنے خصائص و امتیازات کی بنا پر باقی تمام شروح سے مستغنی و بے نیاز کر دیتی ہے۔[۴۶]

امام ابنِ تیمیہ سے استدلال

اس شرح میں بے شمار مقامات پر کتب امام ابنِ تیمیہ سے استدلال کیا گیا ہے، خصوصاً حدیث کی صحت و سقم کے حوالے سے امام ابنِ تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول کو پیش کیا گیا ہے۔[۴۷] اس کے علاوہ بیشتر مقامات پر اپنے قول کو ثابت کرنے کے لیے امام ابنِ تیمیہ کا قول پیش کیا ہے۔ مثلاً:

مشکوۃ المصابیح کی حدیث نمبر ۲۹۳۲ "لاتجعلوا بیوتکم قبورا ولا تجعلوا قبري عیدا...الخ" کی شرح میں امام ابنِ تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کی **اقتضاء الصراط المستقیم** کا حوالہ دیتے ہوئے اُن کے موقف کو پیش کر کے اس کی تائید کی ہے۔[۴۸] مولانا عبید اللہ رحمانی رحمۃ اللہ علیہ کی اس شرح کا بغور مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے اس میں امام ابنِ تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کی کتب سے بھرپور استفادہ کیا ہے اور بہت سے مقامات پر اُن کی فکر کی تائید کی ہے۔

عصرِ حاضر کے اہلِ علم و فضل کی کاوشیں

عصرِ حاضر میں بھی بیشتر علمائے اہل حدیث امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے منہج اصلاح و تجدید کی نشر و اشاعت میں بہت اہم کردار ادا کر رہے ہیں۔ ان میں سے معروف اہل علم میں دو نام نہایت قابل ذکر ہیں:

۴۶۔ یہ تعارف ماخوذ ہے: عبد الرشید عراقی، "شیخ الحدیث مولانا عبید اللہ رحمانی محدث مبارکپوری"، **محدث**، لاہور، ۲۵: ۱ (جنوری ۱۹۹۴ء)، ۱۸۶۔ ۱۸۹۔

۴۷۔ مولانا عبید اللہ رحمانی، **مرعاۃ المفاتیح** (بنارس: إدارة البحوث العلمية والدعوة والافتاء، الجامعة السلفية، ۱۴۰۴ھ / ۱۹۸۴ء)، ۱: ۱۶۹، ۱۶۳، ۱۸۱؛ ۲: ۳۷؛ ۳: ۴۷۵؛ ۴: ۵۳۔

۴۸۔ نفس مرجع، ۳: ۴۷۴۔ ۴۷۵۔

۱۔ ڈاکٹر عبد الرحمن بن عبد الجبار الفریوائی

۲۔ مولانا محمد عزیز شمس

ڈاکٹر عبد الرحمن بن عبد الجبار الفریوائی

ڈاکٹر صاحب ۱۹۵۱ء میں موضع پر ابانارائن (ضلع الہ آباد، یوپی، انڈیا) میں پیدا ہوئے، جسے انھوں نے معرب کر کے فریوا بنا دیا ہے۔ ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں کے مدرسہ مدینۃ العلوم کے اساتذہ سے حاصل کی۔ ۱۹۶۵ء میں جب وہ چودہ سال کی عمر کو پہنچے تو مدرسہ سعیدیہ (بنارس) میں داخل کرا دیے گئے۔ یہ مدرسہ مولانا محمد سعید بنارسی نے جاری کیا تھا جو حضرت میاں سید نذیر حسین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے تلامذہ میں سے تھے۔ اس مدرسے میں انھوں نے ایک سال تعلیم حاصل کی۔ ۱۹۶۶ء میں جامعہ رحمانیہ میں داخلہ لیا، وہاں تقریباً تین سال تحصیل علم کی۔ ۱۹۶۸ء میں جامعہ سلفیہ (بنارس) میں داخل ہو گئے۔ جامعہ سلفیہ میں دو سندیں حاصل کیں، سند عالمیت اور سند فضیلت۔ بعد ازاں جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کا عزم کیا۔ وہاں کلیۃ الشریعۃ (شریعت کالج) سے بی اے کی سند لی اور جامعہ اسلامیہ سے ایم۔ اے کی سند سے بہرہ ور ہوے۔ وہیں سے ڈاکٹریٹ کیا۔ ڈاکٹر عبد الرحمن فریوائی نے مسلم یونی ورسٹی، علی گڑھ میں بھی داخلہ لیا اور وہاں کے اَساتذہ سے بھی اِستفادہ کیا۔

ڈاکٹر صاحب نے جن حضرات سے اسنادِ حدیث لیں اُن میں مولانا عبید اللہ مبارک پوری رحمانی رحمۃ اللہ علیہ اور پاکستان کے سید بدیع الدین راشدی شامل ہیں۔ مولانا رحمانی رحمۃ اللہ علیہ نے ڈاکٹر صاحب کے علمی دوائر اور ان کی تحقیقی تگ و تاز کی بڑی تعریف فرمائی ہے۔ تکمیلِ تعلیم کے بعد اُنھیں امام محمد بن سعود اسلامی یونی ورسٹی، ریاض، سعودی عرب، میں حدیث اور علوم حدیث کا پروفیسر مقرر کیا گیا۔ اس کے ساتھ ہی انھوں نے تحریری سلسلہ بھی شروع کر دیا۔[۴۹]

فکرِ ابنِ تیمیہ کی نشر و اشاعت کے لیے خدمات

ڈاکٹر صاحب موصوف کی دلچسپی کا موضوع امام ابنِ تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ ہے۔ اس سلسلہ میں انھوں نے بہت سی خدمات سر انجام دیں۔ بہت سی کتب اور مقالات لکھے اور سیمینار کروائے۔ ذیل میں اُن کی کاوشوں کا ذکر کیا جاتا ہے۔

۴۹۔ محمد اسحاق بھٹی، **گلستان حدیث** (لاہور: مکتبہ قدوسیہ، ۲۰۱۱ء)، ۴۷۹۔ ۴۸۳۔

کتب

- ان کے پی ایچ ڈی کے مقالے کا موضوع تھا: ”شيخ الإسلام ابن تيمية و جهوده في الحديث وعلومه“۔ یہ نہایت اہم کام ہے جو کہ چار جلدوں پر مشتمل ہے۔ تقریباً ۲۱۰۰ صفحات پر محیط اپنے موضوع پر یہ ایک منفرد کام ہے۔[۵۰]
- **السيرة العلمية لشيخ الاسلام ابن تيمية:** یہ سیرتِ امام ابنِ تیمیہ پر شاندار کتاب ہے جو کہ جامعہ سلفیہ، بنارس، انڈیا نے ۱۹۹۰ء میں شائع کی۔ اس کا اُردو ترجمہ عبد الوہاب حجازی نے جامعہ سلفیہ بنارس، انڈیا کے مجلہ **محدث** میں قسط وار کیا۔
- **مصطلح الحديث في ضوء إفادات شيخ الإسلام ابن تيمية۔**
- **آثار ومؤلفات شيخ الإسلام ابن تيمية:** یہ امام ابنِ تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف وفتاویٰ (مطبوع وغیر مطبوع، موجود و مفقود) کا انسائیکلوپیڈیا ہے جو کہ حروفِ تہجی کے اعتبار سے مرتب کیا گیا ہے۔ یہ ابھی تک مخطوطہ کی شکل میں ہے اور بہ زبانِ عربی ہے۔
- **بحوث الندوة العالمية عن شيخ الإسلام ابن تيمية وأعماله الخالدة :** یہ کتاب امام ابنِ تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ پر منعقدہ سیمینار بمقام جامعہ سلفیہ، بنارس، انڈیا میں پڑھے جانے والے مقالات کا مجموعہ ہے۔ یہ مقالات بیشتر اُردو میں تھے۔ اُن کو عربی زبان میں منتقل کر کے ڈاکٹر صاحب نے شائع کروایا ہے۔
- **شیخ الاسلام ابن تیمیہ کی تجدیدی شخصیت اور اصلاحی کارناموں کا ایک تعارف:** یہ دراصل ڈاکٹر عبد الرحمن فریوائی کا مقالہ ہے جو انھوں نے مذکورہ سیمینار میں پڑھا، اس کی اہمیت وافادیت کے پیشِ نظر جامعہ سلفیہ بنارس انڈیا، نے اس کو کتابی شکل میں بزبان اُردو شائع کر دیا۔ اِن کتب کے علاوہ ڈاکٹر صاحب نے امام ابنِ تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ پر مضامین بھی لکھے۔

مقالات و مضامین

ڈاکٹر صاحب نے امام ابنِ تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ پر جو مضامین تحریر کیے، اُن کی تفصیل کچھ یوں ہے:

۵۰- یہ تمام مقالہ انٹرنیٹ سے ڈاؤن لوڈ کیا جا سکتا ہے۔(www.multaqaahlulhadith.com)

- "تراث المسلمين العلمي في نظر شيخ الإسلام ابن تيمية": یہ ڈاکٹر صاحب کے مضامین ہیں جو کہ قسط وار جامعہ سلفیہ بنارس، انڈیا کے مجلہ **محدث** میں شائع ہوتے رہے۔
- "شيخ الإسلام ابن تيمية ومآثره الإصلاحية والتجديدية": یہ وہ مقالہ ہے جو ڈاکٹر صاحب نے سیمینار میں پڑھا تھا۔
- "شيخ الإسلام ابن تيمية علومه و معارفه و دعوته في شبه القارة الهندية": اس مضمون میں موصوف نے برصغیر میں معارفِ ابنِ تیمیہ کا اِجمالی خاکہ پیش کیا ہے۔

تحقیقات و تخریجات

ڈاکٹر صاحب نے امام ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ کے کتب و رسائل میں سے بعض کی تحقیق و تخریج کی ہے جو کہ یہ ہیں: **أربعون حديثا لشيخ الإسلام، شرح حديث إنما الأعمال بالنيات، شرح حديث أبي ذر "إني حرمت الظلم."**

ڈاکٹر عبدالرحمن بن عبدالجبار الفریوائی کا شمار عصرِ حاضر کے اہل قلم اور محققین میں ہوتا ہے۔ وہ معارفِ ابنِ تیمیہ میں کس حد تک دسترس رکھتے ہیں، اس کا اندازہ اُن کے مذکورہ بالا کتب و مضامین اور تحقیقات کو پڑھ کر لگایا جاسکتا ہے۔

ڈاکٹر صاحب اپنے مضامین و کتب میں عصرِ حاضر کے فتنوں اور غیر اسلامی تصورات کا حل افکارِ ابنِ تیمیہ کو عام کرنے میں قرار دیتے ہیں۔ اس کا اظہار انھوں نے متعدد مقامات پر کیا ہے۔ وہ اپنے ایک مضمون "علما و مفکرینِ اِسلام پر شیخ الاسلام ابنِ تیمیہ کے اثرات" میں اہلِ عرب و اہلِ ہند علما کی ایک فہرست ذکر کرنے کے بعد شیخ الاسلام سے متعلق علمائے ہند کا موقف بیان کرتے ہوئے اِظہارِ افسوس کرتے ہیں: "افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑتا ہے کہ بعض افراد کی جانب سے شیخ الاسلام کی شخصیت کو بدنام کرنے کا سلسلہ ابھی تک بند نہیں ہوا، جس کے مختلف عوامل واسباب ظاہرہ و باطنہ ہیں۔"(۵۱)

اس کے بعد عصرِ حاضر میں معارفِ ابنِ تیمیہ کی ضرورت و افادیت پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ضرورت اس بات کی ہے کہ اس عظیم شخصیت اور اس کی دعوت کا اس ایجابی انداز میں تعارف کرایا جائے کہ اُمت کے

۵۱- عبدالرحمن بن عبدالجبار الفریوائی، **شیخ الاسلام ابنِ تیمیہ کی تجدیدی شخصیت اور اصلاحی کارناموں کا ایک مختصر تعارف** (بنارس: جامعة سلفيه، ۱۹۸۷ء)، ۲۲۔

سبھی طبقات اس کے عظیم علمی سرمائے سے فائدہ اُٹھا سکیں۔ اور ضرورت ہے کہ ہندوستان میں اُن کے جامع تعارف کے ساتھ ان کی مؤلفات کا اہلِ علم کے یہاں رواج ہو، اور عامۃ الناس کو اُن کے فقہ و فتاویٰ سے روشناس کروانے کے لیے اُردو اور علاقائی زبانوں میں اُن کی کتابوں کے تراجم شائع کیے جائیں۔ یہ خدمت یقیناً دعوت و تبلیغ کے میدان میں ایک عظیم خدمت ہوگی۔[۵۲]

محمد عزیر شمس (ولادت ۱۹۵۷ء)

محمد عزیر شمس بن مولانا شمس الحق سلفی بہار (انڈیا) کے رہنے والے ہیں۔ انھوں نے اپنی ابتدائی تعلیم اپنے والد گرامی سے حاصل کی۔ جامعہ سلفیہ، بنارس (انڈیا) سے ۱۹۷۶ء میں سندِ فراغت حاصل کی۔ اس کے بعد جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ سے کلیۃ اللغۃ العربیۃ میں بی اے کیا۔ پھر اُمّ القریٰ یونی ورسٹی سے ایم۔اے کیا۔ ایم۔اے میں اُن کے مقالے کا عنوان تھا "التأثير العربي في شعر حالي" اور پی ایچ ڈی کے مقالہ کا عنوان تھا: "الشعر العربي في الهند: دراسة نقدية" جس کا بوجوہ زبانی امتحان (viva) نہ ہو سکا۔

موصوف اِن دنوں مستقل طور پر مکہ مکرمہ میں مقیم ہیں اور تحقیق و تالیف کا سلسلہ جاری رکھے ہوئے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ ان کی بہت بڑی خصوصیت یہ ہے کہ وہ ہمہ وقت طلبا و باحثین کی علمی خدمت میں مشغول رہتے ہیں۔ وہ کمال درجہ خوش خلق، منکسر المزاج، بے تکلف اور وسیع الاطلاع عالم دین ہیں۔ نادر و نایاب مخطوطات اور کتب مطبوعہ و غیر مطبوعہ کے متعلق وسیع علم رکھتے ہیں۔ ان کی مخطوطات کے متعلق معلومات کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ خدا بخش لائبریری، پٹنہ (انڈیا) کے مخطوطات کی فہرست چار مہینوں میں مرتب کی۔ تین سال تک مدینہ یونی ورسٹی کی لائبریری میں خدمات سرانجام دیں اور مختلف اوقات میں ام القریٰ یونی ورسٹی کی لائبریری میں کام کیا۔ وہ بہت بڑے عالم اور اہل علم سے بے پناہ لگاؤ رکھتے ہیں۔ ان کی تصنیفی خدمات میں کتب مقالات اور تراجم ہیں۔[۵۳]

معارفِ ابنِ تیمیہ میں دلچسپی

محقق شہیر مولانا محمد عزیر شمس کی دلچسپی کا موضوع امام ابنِ تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ ہے۔ وہ امام ابنِ تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کی نادر و نایاب کتب و رسائل کا کھوج لگاتے ہیں اور پھر اُن کی نشر و اشاعت بڑی محبت سے کرتے ہیں۔ انھوں نے اپنی

۵۲- نفس مرجع، ۲۲- ۲۳۔

۵۳- محمد اسحاق بھٹی، **قافلۂ حدیث** (لاہور: مکتبہ قدوسیہ، ۲۰۰۳ء)، ۶۳۴- ۶۴۵۔

تحقیق کا میدان معارفِ ابنِ تیمیہ کو عام کرنے کے لیے وقف کر رکھا ہے۔ راقم نے اُن سے ۲۲-۲۵/ فروری ۲۰۱۷ء، بمقام مکتبۃ الحرم المکی، اُن کے آفس دار عالم الفوائد اور اُن کی رہائش گاہ پر متعدد ملاقاتیں کیں اور اُن سے بھرپور استفادہ کیا۔ وہ حقیقت میں معارفِ ابنِ تیمیہ کا انسائیکلوپیڈیا ہیں اور اُن کی اس موضوع پر کامل گرفت ہے۔ کتبِ ابنِ تیمیہ پر اُن کی اس قدر دقیق نظر ہے کہ اُن کو بہت سی عبارات اَزبر ہیں اور اُن کے دل ودماغ میں معارفِ ابنِ تیمیہ کا بے پناہ ذخیرہ ہے۔ اُن کے امام ابنِ تیمیہ پر تحقیقی کام کی نوعیت تین طرح کی ہے۔

۱- امام ابنِ تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ پر جس کسی نے جو کچھ لکھا، اس کا احاطہ کرنا۔

۲- امام ابنِ تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کی کتب کے قلمی نسخہ جات کا کھوج لگانا۔

۳- اور اُن کتب کو فائدۂ عام کے لیے شائع کروانا۔ وہ عرصہ دراز سے امام ابنِ تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ پر (Bibliography) ترتیب دے رہے ہیں، اس سلسلہ میں انھوں نے راقم سے بہت سی معلومات کا تبادلہ کیا۔

اس کے علاوہ انھوں نے امام ابنِ تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ پر درج ذیل کتب تصنیف کی ہیں:

- **الجامع لسيرة شيخ الإسلام ابن تيمية:** اس کتاب میں ان کے ساتھ شیخ علی بن محمد العمران نے بھی کام کیا ہے۔ یہ کتاب سیرتِ ابنِ تیمیہ کے انسائیکلوپیڈیا کی حیثیت رکھتی ہے۔ اِس میں انھوں نے بہت سی کتب سے امام ابنِ تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کی سیرت کو جمع کر دیا ہے تاکہ اَب امام ابنِ تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ پر کام کرنے والے کسی بھی محقق کو اُن کی سیرت مختلف کتب سے پڑھنے کی بجائے ایک ہی جگہ میسر آجائے۔
- **قاعدة في الاستحسان:** یہ امام ابنِ تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ہے جس کو تحقیق و تخریج کے ساتھ شائع کروایا۔
- **جامع المسائل:** یہ امام ابنِ تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے مسائل و رسائل کا مجموعہ ہے جو کہ ۹/ جلدوں پر مشتمل ہے۔ اس کو شاندار ترتیب کے ساتھ تحقیق و تخریج کرکے شائع کیا ہے۔
- **تنبيه الرجل العاقل على تمويه الجدل الباطل** از ابنِ تیمیہ، اِس کو بھی تحقیق کرکے شائع کروایا ہے۔

- اِن دنوں آپ امام ابنِ تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے دنیا بھر میں پھیلے ہوئے مخطوطات مرتب کر رہے ہیں جس کی کم و بیش آٹھ جلدیں شائع ہو چکی ہیں۔ شیخ محمد عزیر شمس اپنی نادر تحقیقات کی بنا پر علمی حلقوں میں بہت قابلِ قدر شخصیت کے طور پر پہچانے جاتے ہیں، خصوصاً امام ابنِ تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق تحقیق کرنے والا محقق اُن سے بے حد مستفید ہوتا ہے۔

خلاصہ بحث

برصغیر کی پہلی اِصلاحی تحریک (تحریکِ مجاہدین) نے فکرِ ابنِ تیمیہ سے رہنمائی لیتے ہوئے قلم اور سیف سے جہاد کیا اور غیر اسلامی رسومات کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کا بیڑا اٹھایا۔ تحریک مجاہدین بعد میں تحریکِ اہلِ حدیث کے طور پر اُبھر کر سامنے آئی اور خاندانِ ولی اللہی کی فکر کو اپنانے اور پھیلانے والوں نے اس کی آبیاری کی۔ اگر کسی تحریک میں فکرِ ابنِ تیمیہ کی واضح اور کامل تاثیر نظر آتی ہے تو وہ تحریکِ اہلِ حدیث ہے۔ اَفکارِ ابنِ تیمیہ کی جس قدر نشر و اشاعت ہوئی وہ زیادہ تر علماے اہلِ حدیث کی جانب سے ہوئی۔ میاں نذیر حسین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے تلامذہ نے فکرِ ابنِ تیمیہ کو پھیلانے میں نہایت اہم کردار ادا کیا اور اس طرح یہ سلسلہ نسل در نسل منتقل ہوتا رہا۔ اس تحریک کی اہم شخصیات مولانا شمس الحق ڈیانوی، مولانا عبد الرحمن مبارک پوری، مولانا محمد اسماعیل سلفی، حافظ محمد گوندلوی رحمۃ اللہ علیہم نے اپنے اپنے تلامذہ کو معارفِ ابنِ تیمیہ سے خوب متعارف کروایا اور اپنی کتب میں فکرِ ابنِ تیمیہ سے بھرپور فائدہ اُٹھایا۔ مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمۃ اللہ علیہ نے اَفکارِ ابنِ تیمیہ کو عام کرنے میں کلیدی کردار ادا کیا اور اس کے لیے اپنی صلاحیتیں صَرف کیں۔ عصرِ حاضر کے علماے ہند میں سے پروفیسر ڈاکٹر عبد الرحمن بن عبد الجبار الفریوائی اور مولانا محمد عزیز شمس نے امام ابنِ تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کو خاص دلچسپی کا موضوع بنایا اور اس موضوع پر قابلِ قدر تحقیقی کام پیش کیا۔

❁ ❁ ❁ ❁ ❁